

قدیم دور کے چند سندھی فقہائے کرام

ارض ہند پہلی صدی ہجری ہی میں اسلام سے آشنا ہو گئی تھی اور خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں عرب فوجوں نے اس سے راہ و رسم پیدا کر لی تھی۔ پھر حضرت عثمان ، حضرت علی ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم کے دور میں بھی یہ سلسلہ مختلف صورتوں میں جاری رہا۔ ہند پر باقاعدہ فوجیں اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان کے زمانہ میں ۹۳ھ میں محمد بن قاسم نے اتاریں ، جن کی پہلی منزل ساحلِ دریائے سندھ تھا۔ چونکہ یہ تابعین اور تبع تابعین کا زمانہ تھا اور ان حضرات میں سے اکثر کو حصولِ علم کے ساتھ ساتھ جنگ و جہاد سے بھی تعلق خاطر تھا اس لیے ظاہر ہے محمد بن قاسم کی فوج میں محدث ، فقیہ اور شاعر وغیرہ ہر قسم کے لوگ شامل ہوں گے مگر ہمیں اس کی تفصیلات نہیں ملتی تاہم سطورِ ذیل میں ابتدائی دور کے ان چند فقہائے کرام کا تذکرہ کیا جاتا ہے ، جن کے کچھ نہ کچھ حالات دستِ یاب ہو سکے ہیں اور جن کا کسی نہ کسی نوعیت سے ہندو سندھ کے ساتھ تعلق رہا ہے۔

مولائے اسلام دیسلی

محمد بن قاسم ۹۳ھ میں ساحلِ سندھ پر اترے اور ان سے ملتے ہی سندھ کے بعض لوگ حلقہٴ اسلام میں داخل ہو گئے۔ ان میں ایک شخص مولائے اسلام بھی تھے ، جن کو ”مولائے اسلامی“ ”مولائے دیسلی“ اور ”مولائے اسلام دیسلی“ سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔ یہ محمد بن قاسم کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔ نہایت فہیم و فریب تھے۔ معلوم ہوتا ہے ، یہ پہلے سے پڑھے لکھے تھے اور راہِ داہر کے سرکاری حلقوں سے تعلق رکھتے تھے۔ اسلامی تعلیم بھی انھوں نے بہت جلد حاصل کر لی جس کی وجہ سے محمد بن قاسم کے نزدیک قابلِ اعتماد سمجھے جانے لگے۔ عربی زبان پر بھی انھوں نے بہت تھوڑے عرصے میں عبور حاصل کر لیا تھا۔ بیچ نامہ کی روایت کے مطابق جب محمد بن قاسم

نے دیباچے سندھ کے ساحل پر قدم رکھا اور حالات کا جائزہ لیا تو اپنے ایک شاہی مشیر کو قاصد کی حیثیت سے داہر کے پاس بھیجا اور بطور ترجمان کے مولائے اسلامی کو ان کے ساتھ روانہ کیا۔ یہ داہر کے دربار میں پہنچے تو مروجہ درباری آداب بجالائے اور راہ کو سر جھکا کر سلام کیے بغیر بیٹھ گئے۔ داہر مولائے اسلامی کو جانتا تھا لیکن اسے یہ معلوم نہ تھا کہ یہ مسلمان ہو گئے ہیں۔ لہذا اس نے سلام و کورنش کے تقاضے پورے نہ کرنے کی وضاحت طلب کرتے ہوئے پوچھا۔

چرا برقر قانون شرط خدمت را اقامت نمودی، مگر ترا منع و زجر کردہ اند۔؟

تم نے درباری آداب و قواعد کی شرط پوری کیوں نہیں کی؟ شاید تمہیں اس سے روک دیا گیا ہے؟ مولائی جواب گفت: من آن وقت در کیش شما بودم، واجب بودی بر من تا شرط عبودیت بجا آوردم۔ و اکنون بعز اسلام مشرف گشته ام و تعلقن ما بہ بادشاہ اسلام شد، مشرف نباشد کہ پیش کافر سرفرو آدم۔

مولائے اسلامی نے جواب دیا جب میں تمہارے مذہب میں داخل تھا، اس وقت درباری نوعیت کی بندگی و نیاز مندی کے قواعد پر عمل کرنا میرے لیے ضروری تھا۔ لیکن اب کہ میں مشرف اسلام سے مشرف ہو گیا ہوں اور میرا تعلق بادشاہ اسلام سے قائم ہو چکا ہے، مجھ پر کافر کے آگے سر جھکانا واجب نہیں رہا۔

داہر، ان سے اس انداز گفتگو کی توقع نہیں رکھتا تھا۔ اس نے نہایت خفگی کے عالم میں مولائے اسلامی سے کہا:

اگر تو رسول نہ بودی، نہر سیاست فرمودی تا ترا بعقوبت بکشندی۔

اگر تو قاصد نہ ہوتا تو میں تجھے اس قدر سزا دیتا کہ تو موت کے گھاٹ اتر جاتا۔

مولائے اسلامی نے جواب دیا۔

اگر اتفاق تو برکشتن ماست، عرب را زیانی نباشد و بجهت یاز طلب خون ما انصاف ستان ہستند، بھابنت تو کفاف باشد۔

فتح نامہ سندھ۔ المعروف بہ بیچ نامہ علی بن حامد بن ابوبکر کوفی۔ ص ۱۳۶، ۱۳۷۔ شائع کردہ مجلس مخطوطات فارسیہ۔ حیدرآباد دکن۔ مطبع نطفی دہلی۔ (۱۹۳۹ء۔ ۵۸ھ)۔

اگر تو مجھے ہی گمراہی تو اس سے عربوں کو کوئی نقصان نہ پہنچے گا، میرے خون کا انتقام لینے والے موجود ہیں، جن کا ہاتھ تیرے دامن تک ہر حال میں پہنچ کر رہے گا۔

ابو بکر بن ضعیج نسعدی بصری

ان کی کنیت ابو بکر اور ایک روایت کے مطابق ابو حفص تھی۔ بصرہ کے باشندہ تھے، اس لیے بصری اور بنو سعد بن زید مناة بن تمیم کے مولیٰ تھے، اس لیے سعدی کہلاتے جلیل القدر تابعی تھے۔ حضرت حسن بصری، حمید الطویل، یزید رقاشی، ابو الزبیر ثابت بنانی اور مجاہد بن جبر وغیرہم عظیم المرتبت حضرات کے شاگرد تھے، خود ان کے شاگردوں میں سفیان ثوری، عبید اللہ بن مبارک، دکیج، عاصم بن علی اور ابن سعدی ایسے اعظم رجال کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔ تہذیب التہذیب میں حافظ ابن حجر نے محدثانہ نقطہ نظر سے ان کے بارے میں مختلف محدثین کی آراء تفصیل سے بیان کی ہیں، جن کے ذکر کی یہاں ضرورت نہیں۔ زعمائے اسلام میں سے تھے بصرہ کے بہت بڑے عالم، عابد و زاہد اور قائم اللیل تھے۔ یہ وہ تابعی ہیں جنہوں نے جہاد میں بھی حصہ لیا اور مجاہدین عرب کے ساتھ سرزمین ہند میں داخل ہوئے۔ محمد بن المشی وغیرہ کے بقول ۶۰ھ میں علاقہ سندھ میں وفات پائی۔ ابن سعد کی روایت کے مطابق جہاد کی غرض سے بحری راستے سے عازم ہند ہوئے، سندھ ہی میں وفات پائی اور جزائر ہند کے ایک جزیرہ میں دفن کیے گئے۔ یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے بصرہ میں کوئی کتاب تصنیف کی۔ اول من صنف بالبصرہ۔ ان کے بارے میں ایک روایت یہ ہے کہ ۵۹ھ میں عرب تاجروں کو اہل تجارت سے کوئی شکایت پیدا ہوئی۔ اس کے ازالہ کے لیے مشہور عباسی خلیفہ مدی نے عبد الملک بن شہاب مسمعی کے زیر کمان ایک بحری بیڑا روانہ کیا۔ یہ بیڑا ۶۰ھ میں بھاڑ بھوت پہنچا، جو بھڑوچ سے سات میل کے فاصلہ پر سجانب مغرب ایک کچی بندرگاہ تھی اور جہاں جہاز سمندر کے مدوجزر کے ساتھ آتے جاتے تھے۔ زمین پر قدم رکھتے ہی اسلامی فوج نے حملہ کر دیا۔

۱۔ تہذیب التہذیب۔ از شہاب الدین ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی (متوفی ۵۸۵ھ) ج ۲، ص ۲۴

(مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن - ۱۳۲۵ھ)

ان فوجوں میں بہت سے رضا کار بھی تھے، جن کے سالار ابو بکر ربیع بن صبیح سعدی بصری تھے، جن کی ایک کنیت ابو حفص تھی۔ ان کو تابعی ہونے کا فخر حاصل تھا۔ انھوں نے اسلامی فوج کے سامنے جہاد کے موضوع سے متعلق زبردست تقریر کی اور اس کو جہاد کے لیے جوش دلایا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عرب مسلمانوں نے حملہ کر دیا اور مخالفین اسلام، اسلامی فوج کے پر جوش حملوں کو روک نہ سکے۔

حملے کی تاب نہ لا کر بائیس گنا گجرات شہر میں چلے گئے اور بھاٹک بند کر لیا۔ اسلامی فوج نے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ محاصرہ نے طویل پکڑا تو لوگ تنگ آ گئے۔ آخر ایک دن عرب فوج شہر میں داخل ہو گئی اور شہر فتح کر لیا گیا۔ لوگ بھاگ کر بڑھوں کے ایک عبادت خانے میں داخل ہو گئے۔ عربوں کو اس عبادت خانے پر فائدہ کا شبہ گزرا، چنانچہ انھوں نے اس کا محاصرہ کر لیا اور جلد فتح کرنے کے لیے آتش گیر مادہ پھینکا جس سے عبادت خانہ میں آگ بھشک اٹھی۔ کچھ لوگ جل کر مر گئے، باقی گھبراہٹ کے عالم میں باہر نکلے، جو تہ تیغ کر دیے گئے۔ اس جنگ میں انیس عرب مسلمان بھی شہید ہو گئے۔ اتفاق سے یہ دن تھے، جب وہاں ایک میلہ لگتا تھا جس میں گرد و نواح سے کثیر تعداد میں لوگ شریک ہوتے تھے، چونکہ میلہ میں شامل ہونے والوں کا بہت بڑا ازدحام تھا اور ساتھ ہی اس آتش گیر مادے کا اثر فضا میں پھیلا ہوا تھا، اس لیے شہر میں دبا پھوٹ پڑی، جس سے ایک ہزار مسلمان سپاہی بھی شہید ہو گئے۔ انہی شہداء میں ابو بکر ربیع بن صبیح سعدی بصری بھی تھے جو عظیم تابعی، محدث اور فقیہ تھے اور جن کا تعلق سرزمین سندھ یا ہند سے تھا۔

بخجیع بن عبد الرحمن سندھی مدنی

ان کی کنیت ابو معشر ہے۔ یہ سندھ کے فقیہ اور عالم تھے۔ تبع تابعی تھے۔ انھوں نے بہت سے تابعین سے سماع حدیث کا شرف حاصل کیا، ان کا ذکر ابو سعید عبد اللہ بن محمد بن

۱۔ تاریخ الکامل، ابن افریحہ، ۶ ج، ص ۳۱ (بحوالہ تاریخ سندھ سید ابو ظفر ندوی) ص ۱۶۱، ۱۶۲۔

(مطبوعہ دار المصنفین اعظم کراچہ - ۶۶-۱۳-۷۷-۱۹۷۷ء)

منصور قمی سمعانی (متوفی ۵۶۲ھ) نے سندھی علما و اکابر کے حالات کے ضمن میں اپنی مشہور تصنیف الأشباہ میں امام ذہبی یعنی امام ابو عبد اللہ شمس الدین ذہبی (متوفی ۴۸۸ھ - ۵۴۷ھ) نے تذکرۃ الحفاظ میں اور حافظ ابن حجر (شہاب الدین ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۵۸۵ھ) نے تہذیب التہذیب میں کیا ہے۔ حافظ ابن حجر نے تو ان کے بارے میں خاصی تفصیل سے لکھا ہے۔ انھوں نے بتایا ہے کہ بعض لوگوں کے نزدیک یہ اصلاً قبیلہ حمیر سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے پوتے داؤد بن محمد بن ابو معشر سے یہ روایت بھی بیان کی ہے کہ داؤد کہتے ہیں کہ ان کے والد محمد نے انھیں بتایا کہ ان کے والد ابو معشر اصل یمن کے باشندے تھے اور اس وقت قید کیے گئے جب یزید بن مہلب یمامہ اور بحرین پر حملہ آور ہوا تھا۔

ابو معشر مغازی پر گہری نظر رکھتے تھے۔ بنو ہاشم کے مولیٰ تھے۔ انھوں نے ابو الہدیٰ بن سہل بن حنیف کو دیکھا اور سعید بن مسیب، محمد بن کعب قرظی، ہشام بن موسیٰ بن یسار، ابو بردہ بن ابو موسیٰ، سعید بن ابو سعید المقری، نافع، محمد بن المنکدر، محمد بن قیس اور ایک بہت بڑی جماعت سے روایت حدیث کی۔ خود ان سے ان کے بیٹے محمد بن ابو معشر، سفیان ثوری اور اہل عراق کی ایک جماعت نے روایت کی۔ ابو زرعہ انھیں "صدوق" قرار دیتے ہیں اور امام نسائی "لیس بالقوی" کہتے ہیں۔ ابو نعیم انھیں سندھی بتاتے ہیں۔ بقول سمعانی یہ ام سلمہ کے مولیٰ تھے جو اہل مدینہ سے تعلق رکھتی تھیں، اسی بنا پر مدنی کہلائے۔ امام نسائی نے اپنی کتاب سنن نسائی میں ان سے روایات درج کی ہیں۔ امام احمد بن حنبل انھیں مغازی کے ماہر قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں: کان بصیراً بالمغازی۔ آخر عمر میں حافظ مختل ہو گیا تھا، تاہم حدیث وفقہ کی یادداشت بڑی تیز تھی۔ اور علوم میں مہارت رکھتے تھے "کان من اوعیة العلم علی نقص فی حفظہ۔ زبان میں ہکلاہٹ تھی اور "کعب" کو "قعب" کہتے تھے۔

ان کا حلیہ یہ تھا رنگ سرخ، آنکھیں نیل گوں، جسم بھاری بھر کم۔ مشہور عباسی خلیفہ مہدی ۱۶۰ھ میں انھیں اپنے ساتھ عراق لے گیا اور ایک ہزار دینار عطا کیے۔ وہ ان سے

بہت تعلق خاطر رکھتا تھا۔ اس نے ان سے لوگوں کو فقہ کی تعلیم دینے کی درخواست کی۔
رمضان ۱۷۰ ہجری میں فوت ہوئے۔ اسی سال خلیفہ ہارون الرشید تختِ خلافت پر تکیں
ہوا۔ ان کی علمی اہمیت اور خلفا کے نزدیک ان کی عزت و احترام کا اندازہ اس سے لگایا
جاسکتا ہے کہ خلیفہ ہارون الرشید نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور ان کی موت پر نہایت
حزن و ملال کا اظہار کیا۔ بغداد کے مقبرۃ الکبیرہ میں دفن کیے گئے۔

فتح بن عبداللہ سندھی

ان کی کنیت ابو نصر ہے۔ یہ سندھی تھے اور فقیہ و متکلم تھے۔ آلِ حسن بن الحکم کے مولیٰ
تھے۔ پھر آزاد کر دیے گئے۔ فقہ اور کلام کی تعلیم ابو علی محمد بن عبدالوہاب ثقفی سے حاصل
کی اور حسن بن سفیان وغیرہ سے روایت حدیث کی۔ سمعانی نے انساب میں ان کے
بارے میں ابو الوہاب احمد بن محمد بن فضل کے سلسلہ روایت کے ذریعے عبداللہ بن حسین
سے ایک عجیب و غریب روایت بیان کی ہے، اس سے پتہ ہے کہ ابو نصر فتح بن عبداللہ
کس درجہ حق گو، صاف بیان اور علم و فضل کے مالک تھے۔ وہ روایت یہ ہے کہ عبداللہ
بن حسین کہتے ہیں ایک روز ہم ابو نصر سندھی کے ساتھ دھول اور کچھڑے سے اٹی ہوئی
زمین میں جا رہے تھے اور ان کے بہت سے مداحین و متاثرین بھی ساتھ تھے۔ ہم نے
دیکھا کہ ایک شہزادہ مدہوشی کی حالت میں زمین پر خاک اور کچھڑے میں لت پت پڑا ہے۔
اس نے ہماری طرف نظر اٹھا کر دیکھا تو ابو نصر نے منہ قریب کر کے اس کو سونگھا، اس

۱۵۲-۱- الانساب - سمعانی - درق ۳۱۳ - بذیل لفظ سندھی۔

۲- تذکرۃ الحفاظ، امام ذہبی - جلد اول ص ۲۳۲ - طبع ثالث - دارۃ المعارف عثمانیہ - حیدرآباد

دکن - ہند (مطبوعہ ۱۳۷۵ھ - ۱۹۵۵ء)

۳- تنزیہ التہذیب - حافظ ابن حجر عسقلانی - جلد ۱۰ - ص ۲۱۹ تا ۲۲۲ - طبع اولی - دارۃ

المعارف - حیدرآباد دکن (مطبوعہ ۱۳۳۷ھ)

۴- معجم البلدان - ابو عبد اللہ یاقوت بن عبد اللہ حموی - ج ۳ ص ۲۶۶ - طبع بیروت (۱۳۷۶ھ - ۱۹۵۷ء)

کے منہ سے شراب کی بو آرہی تھی۔ شہزادے نے ابو نصر سے کہا: ”او غلام! میں جس حالت میں پڑا ہوں تم دیکھ رہے ہو، لیکن تم ہو کہ نہایت اطمینان سے چلے جا رہے ہو اور اتنے لوگ تمہارے پیچھے جا رہے ہیں۔“ ابو نصر نے بے باکی سے جواب دیا۔ ”شہزادے تمہیں معلوم ہے اس فرقی مراتب کی کیا وجہ ہے؟ بات یہ ہے کہ میں نے تمہارے آباؤ اجداد کی پیروی شروع کر دی ہے اور تم میرے آباؤ اجداد کے نقش قدم پر چل پڑے ہو۔“ اس روایت کے الفاظ یہ ہیں:

حدثني عبد الله بن الحسين قال كنا يوم اصابنا ابى نصر السندی و فینا کثرة حوائطه و نحن نمشی فی الطین فاستقبلنا شریف سکران قد وقع فی الطین فلما نظر الینا شمہ ابونصر، وقال نأفق یا عبد انا کما تری، و انت نمشی و خلفک هولاء۔ فقال له ابونصر ایها الشریف تدری لم هذا؟ لا فی متبع انا و جدک و انت متبع انا و جدی۔

ابو نصر فرج بن عبداللہ سندھی، دوسری صدی ہجری کے دیار سندھ و ہند کے ان خوش بخت حضرات میں سے تھے جنہوں نے تابعین کرام کا زمانہ پایا، ان سے روایتِ حدیث و فقہ کی سعادت سے بہرہ اندوز ہوئے اور تبع تابعین کی جماعت میں شامل ہونے کا فخر حاصل کیا۔

اسرائیل بن موسیٰ بصری

انہیں ابو موسیٰ بصری بھی کہا جاتا ہے۔ تبع تابعین کی خوش قسمت جماعت سے تعلق رکھتے تھے۔ درحقیقت بصرہ کے باشندے تھے مگر ہند میں اقامت گزین ہو گئے تھے۔ حضرت حسن بصری، ابو حاتم اشجعی، محمد بن سیرین، وہب بن منبہ، ایسے اکابر تابعین سے روایتِ حدیث کی جنہوں نے براہِ راست صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے سامنے زانوئے تلمذتہ کیے اور ان سے سماعِ حدیث و روایت کا شرف حاصل کیا۔ خود اسرائیل بن موسیٰ رحمہ اللہ کے تلامذہ میں بھی عظیم القدر حضرات شامل ہیں جن میں

۱۔ الانساب۔ سمعانی۔ درق ۳۷۱۔

۲۔ بحم البلدان، جلد ۳، ص ۲۶۔

مشہور محدث سفیان ثوری، ابن عیینہ، یحییٰ بن سعید قطان اور حسین بن علی جعفی کے اسمائے گرامی خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

ابن حبان نے ان کو ثقات میں شمار کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ دیار ہند میں بسلسلہ سفر اُکبر وقت رکھتے تھے۔ کان یسا فرانی الہندی۔

صحیح بخاری میں ان کے سلسلہ روایت سے ایک حدیث مروی ہے جو چار مقامات پر درج ہے۔
ولہ فی صحیح البخاری فرد حدیث مکرر فی اربعة مواضع۔

ابو جاتم اور یحییٰ بن سعید نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے۔ یحییٰ بن سعید ان کی توثیق کرتے ہوئے

لکھتے ہیں:

اسرائیل صاحب الحسین ثقتہ۔

یعنی حسن بصری کے شاگرد اسرائیل بن موسیٰ ثقہ راوی ہیں

ابو جاتم نے ان سے متعلق کا بائس بہ کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ اسی طرح امام نسائی نے

فرمایا ہے۔ یس بہ بائس۔

صرف تنہا امام ازدی ہیں، جن کا نقطہ نظر ان کے بارے میں ان تمام محدثین سے مختلف ہے۔

وہ ان کو "لین" یعنی روایت میں کمزور قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں۔ یہ وہ اسرائیل بن موسیٰ نہیں

ہیں جنہوں نے وہب بن منبہ سے روایت کی اور جو امام سفیان ثوری کے استاد ہیں، بلکہ وہ تو ایک

یمانی شیخ تھے۔

سماعی، انساب میں ان کے ہندی ہونے سے متعلق لکھتے ہیں:

ابوموسیٰ اسرائیل بن موسیٰ الہندی بصری کان یینزل الہند فنسب الیہما۔

یعنی ابوموسیٰ اسرائیل بن موسیٰ ہندی، درحقیقت بصرہ کے باشندے تھے، چونکہ سفر کے سلسلے

میں ان کا ہندوستان آنا جانا تھا، لہذا ہندی کہلاتے۔ یہ محدثین کے طبقہ سادہ سے

تعلق رکھتے تھے۔

بہر حال صورت و افتد خواہ کچھ بھی ہو حقیقتاً یہ بصری ہوں یا ہندی، ماخطہ ہند سے ان کا گہرا تعلق تھا اور یہ سکونت و اقامت کے اعتبار سے "ہندی" مشہور تھے اور ربیعہ شیر پاک و ہند کو یہ شرف حاصل ہے کہ اسنا بڑا محدث و فقیہ اس قطعہ ارضی سے کسی نہ کسی طریقے سے منسلک تھا۔

سندھ کا ایک گم نام عالم و مفسر

قبیلہ قریش کی ایک شاخ بنو اسد کے نام سے معروف تھی۔ اس شاخ کے ایک شخص کا نام ہبار بن اسود تھا، جو ۸ھ میں مسلمان ہوا۔ پھر ایک وقت آیا کہ اس خاندان کا ایک شخص جس کا نام منذر بن زبیر تھا، والی سندھ حکم بن عوانہ (متوفی ۱۲ھ) کے ساتھ سندھ پہنچا اور پھر یہیں سکونت پذیر ہو گیا۔ بنو امیہ اور عباسیہ دونوں سلطنتوں کے زمانے میں اس خاندان کو سندھ کی حکومت میں کچھ نہ کچھ عمل و دخل حاصل رہا۔ پھر ۲۴ھ میں سندھ کی حکومت اس خاندان میں منتقل ہو گئی اور اس کا والی (اول منذر بن زبیر کا پوتا عمر بن عبدالعزیز مقرر ہوا۔ یہ خاندان عباسی خاندان کے ماتحت رہا۔ اس خاندان کے تمام والیان سندھ، نیک، ہمدرد، خلاق اور حدیث و فقہ کے عالم تھے۔ ان کے زمانے کا ایک واقعہ عجائب الہند میں مذکور ہے، جو لائق تذکرہ ہے۔

۲۷ھ میں سندھ کا والی عبداللہ بن عمر ہباری مقرر ہوا۔ اس کا دار السلطنت منصورہ تھا۔ ۲۷ھ ہی میں سندھ کے ایک شہر اور کے ہندو راجہ نے جس کا نام عربوں کے نزدیک ہرک بن رانک تھا، منصورہ کے حاکم عبداللہ بن عمر ہباری سے درخواست کی کہ اس کو سندھ (اور بعض کے نزدیک ہندی) زبان میں مذہب اسلام کی بنیادی تعلیم سے متعلق معلومات قلم بند کر کے بھیج جائیں۔ عبداللہ بن عمر ہباری نے ایک شخص کو بلایا جو اصلاً عراق کا باشندہ تھا، مگر اس کی پرورش اور

۲۔ تہذیب الہندیہ۔ ابن حجر عسقلانی - ج ۱، ص ۲۶۱۔

۳۔ نزہۃ الخواطر - مولانا عبدالحی حسنی لکھنوی - ۱۳، ص ۲۳ (طبع اول - دائرۃ المعارف)

تعلیم و تربیت منصورہ میں ہوتی تھی۔ وہ نہایت ذہین اور سمجھ دار آدمی تھا اور اس ملک کی متعدد زبانوں سے واقفیت رکھتا تھا۔ عبداللہ نے اس کے سامنے راجہ کی خواہش بیان کی۔ چنانچہ اس عالم نے ایک قصیدہ تیار کیا اور راجہ مذکور کی خواہش کے مطابق اس میں تمام اسلامی تعلیمات بیان کیں۔ عبداللہ نے یہ قصیدہ راجہ مہر وکب بن رانک کے پاس بھیج دیا۔ راجہ نے یہ قصیدہ سنا تو بہت خوش ہوا اور عبداللہ سے، اس شاعر اور عالم کو اپنے دربار میں رکھنے کی درخواست کی عبداللہ نے اس کو بھیج دیا۔ وہ تین سال وہاں مقیم رہا اور اس اثنا میں راجہ اس سے بہت خوش رہا۔

۲۷ھ میں وہ عالم، والی سندھ عبداللہ سے ملا، عبداللہ نے اس سے راجہ کے متعلق کچھ سوال کیے تو اس نے بتایا کہ جس وقت میں وہاں سے چلا ہوں، اس وقت وہ صدقِ دل سے اسلام قبول کر چکا تھا لیکن حکومت چھن جانے کے خوف سے اس کا اظہار نہیں کرتا تھا۔ اس عالم نے راجہ سے متعلق بہت سے واقعات بیان کیے، جن میں ایک واقعہ یہ بیان کیا کہ راجہ نے اس سے سندھی زبان میں قرآن مجید کی تفسیر لکھنے کی فرمائش کی۔ وہ روزانہ چند آیات کی تفسیر کر کے اس کو سناتا جاتا۔ جب وہ سورہ یس کی اس آیت پر پہنچا: **مَنْ يَتَّبِعِ الْوَعْظَ دَعَىٰ رَحِيمٍ** اس کا ترجمہ سنایا اور تفسیر بیان کی تو راجہ اس وقت جو اہرات سے مرصع سونے کے تخت پر بیٹھا تھا، کہا "ایک دفعہ پھر اس کی تفسیر بیان کرو" چنانچہ دوبارہ تفسیر بیان کی گئی، تو وہ فوراً تخت سے اتر پڑا اور زمین پر چند قدم چلا، پھر پیشانی زمین پر رکھ دی، حالانکہ زمین پر پانی چھڑکا ہوا تھا اور وہ بہت تر ہو چکی تھی، راجہ اس قدر دیا کہ اس کے رخساروں پر مٹی جم گئی۔ پھر اس نے سہرا اٹھایا اور کہا "بے شک یہی رب ہے جو اذلی اور ابدی ہے؟ اس کے بعد اس نے ایک مکان تیار کر لیا، جہاں تنہائی میں روزانہ خدا کی عبادت کرتا اور وقت پر نماز پڑھتا، اگر کو کو پر یہ نظر ہو کر تاکہ وہ تنہائی میں سلطنت کے اہم معاملات پر غور کیا کرتا ہے۔"

سندھ کا یہ ایک گم نام عالم اور فہم تھا اور جہاں تک ہمیں معلوم ہو سکا ہے غیر عربی زبانوں میں سندھی ہی پہلی زبان ہے جس کو قرآن مجید کا ترجمہ و تفسیر کرنے اور اسلامی تعلیمات کو اشعار کے قالب میں ڈھالنے کا فخر حاصل ہوا۔

یہ سورہ یس کی آیت نمبر ۷۸ ہے اور اس کا ترجمہ یہ ہے۔ (وہ یعنی منکر اسلام کتا ہے کہ) مڑی گلی بڑیوں کو کون زندہ کرے گا؟

بزرگ بن شہر یار، عجائب الهند۔ ص ۳۔